کتب حدیث میں قدیم عربی داستانیں

پروفیسر محمد سعود عالم قاسمی

عربوں میں داستان گوئی کا رواج قدیم زمانہ سے موجود تھا اور یہ ان کی بدوی زندگی کا حصہ تھا۔ رات کے وقت بچوں کو کہانیاں سنائی جاتیں اور ان کے علاوہ خود بڑوں میں قصے سننے سنانے کا شوق تھا۔ تجارتی سفر سے لوٹ کر تجار آتے، یا دن بھر جانوروں کے ساتھ جنگلوں میں تلاش معاش کے لیے گردش کرنے کے بعد رات کو احباب یا اہل خانہ کے ساتھ جمع ہوتے تو اپنے مشاہدات اور تجربات بیان کرتے۔ سنے سنائے اور دیکھے ہوئے قصے بیان کرتے، خاص طور پر چاندنی راتوں میں کھلے آسمان کے نیچے، گھر کے باہر، صحرا کی ریت پر حلقہ بنا کر بیٹھ جاتے اور داستان سرائی کا سلسلہ شروع ہو جاتا۔ راتوں کی ان داستانوں کی بازگشت، 'الف لیلۃ ولیلۃ' میں مل جاتی ہے، جس کا ترجمہ ARABIAN NIGHTS کے نام سے انگریزی میں اور بعض اطالوی زبانوں میں موجود ہے۔

داستان گوئی کا سلسلہ آگے بڑھا تو بیانِ واقعات کے ساتھ فرضی داستانوں اور من گھڑت کہانیوں نے جڑ پکڑی۔ بدروحوں، جنوں، پریوں اور غیر مرئی مخلوق کی داستانیں زیادہ شوق سے سنی اور سنائی جانے لگیں۔ داستان گو خیالی قصے اور فرضی داستانیں بیان کرتے اور سامعین ان کو عموماً لطف اندوزی اور وقت گذاری کے لیے سنتے اور سر دھنتے۔ نہ تو ان کہانیوں کو امر واقعہ کے طور پر قبول کرتے اور نہ ان کو دینی اور اخلاقی حیثیت دیتے، بلکہ داستان گو کو مسخروں کے زمرے میں شمار کیا جاتا تھا۔

اللہ کے رسول حضرت محمد ﷺ نے جب عربوں کو قرآن پاک کی مقدس آیات سنائیں تو مشرکین نے غرور و استہزاء کے ساتھ کلام الٰہی کو یہ کہہ کر ٹھکرا دیا کہ یہ جادو، کہانت،

شاعری اور داستان ہے۔قرآن کریم نے مشرکوں کے اس رویہ پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا:

مُسۡتَكۡبِرِيۡنَ بِهٖ سَامِرًا تَهۡجُرُوۡنَ (المومنون: ۶۷) تم لوگوں نے اس پیغمبر کو غرور و تکبر کے ساتھ داستان گو سمجھ کر چھوڑ دیا۔

بعض داستان گو ایسے بھی تھے جو عجیب و غریب اور ناقابل یقین کہانیاں سنا کر لوگوں کو حیرت و استعجاب میں ڈال دیتے اور اسی میں ان کو مہارت اور شہرت حاصل تھی۔ مشہور داستان گو مردوں میں نمایاں نام خرافہ کا تھا اور عورتوں میں نمایاں نام امّ زرع کا تھا۔ ان دونوں کی کہانیاں طلوع اسلام کے بعد بھی کسی نہ کسی حد تک سنی جاتی ہیں۔خرافہ حیرت ناک داستانیں سنانے کی وجہ سے اس قدر مشہور ہوا کہ اس کا نام فرضی داستان سرائی کا رمز و علامت بن کر رہ گیا۔ چنانچہ غیر حقیقی اور من گھڑت باتوں کو آج بھی 'خرافات' سے تعبیر کیا جاتا ہے۔یہ دراصل اسی داستان گو کی تلمیح اور تمثیل ہے۔

عام داستانوں کے علاوہ عربوں میں دیوی دیوتاوں سے منسوب حیرت ناک کہانیاں بھی رائج تھیں جن کو وہ اساطیر کہا کرتے تھے۔غالبا دیوتاوں کی کرشمہ سازیوں سے متعلق فرضی قصے ان کے یہاں ایرانی وثنیات سے آئے تھے۔مشہور ادیب اور مفسرِ قرآن سید قطب شہید کا خیال یہی ہے۔[۱]

قرآن کریم میں گذشتہ قوموں کے جو قصّے بیان کیے گئے ہیں، ان کو بھی مشرکین مکہ اساطیر سے تعبیر کرتے تھے جس کا تذکرہ قرآن میں مختلف طریقوں سے ہوا ہے، مثلاً ایک جگہ آیا ہے:

حَتَّـى إِذَا جَـآؤُوكَ يُجَـادِلُونَكَ يَـقُـولُ الَّـذِيـنَ كَـفَـرُواْ إِنْ هَـذَا إِلاَّ أَسَاطِيرُ الأَوَّلِينَ (الانعام: ۲۵) جب وہ آپ کے پاس جھگڑنے کے لیے آتے ہیں تو وہ کافر کہتے ہیں کہ یہ پچھلے لوگوں کی کہانیوں کے سوا کچھ نہیں ہے۔

مغربی اسکالر آر، بلیشر (R.Blachere) نے یہ مفروضہ پیش کیا ہے کہ ”قرآنی اصطلاح اساطیر کا اطلاق ان کہانیوں پر ہوتا ہے جن کو مرد سناتے تھے۔ جب کہ خرافات سے مراد وہ کہانیاں ہوتی تھیں جو صرف عورتوں کے لیے مخصوص تھیں“۔[۲]

مرد اور عورت کی کہانیوں میں اس طرح کا امتیاز شاید درست نہیں، کیونکہ عربی داستان گوئی کی تاریخ اس کی تائید نہیں کرتی۔ اس کے برخلاف ہم دیکھتے ہیں کہ اساطیر کی طرح خرافات کا اطلاق بھی دونوں کی داستانوں پر ہوتا ہے۔ خرافات اور اساطیر میں بنیادی فرق یہ ہے کہ خرافہ عام کہانیوں کو کہا جاتا تھا اور اساطیر مذہبی داستانوں کو۔

حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ ایک رات رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیویوں سے کوئی قصہ بیان کیا، تو ازواج مطہرات میں سے کسی نے کہا کہ گویا یہ بات خرافہ کی ہے۔ تب رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: کیا تم خرافہ کو جانتی ہو؟ پھر آپ نے خرافہ کا تعارف کراتے ہوئے فرمایا کہ خرافہ قبیلۂ عذرہ کا ایک شخص تھا، زمانۂ جاہلیت میں وہ جنات کے ہاتھوں میں قید ہو گیا۔ ایک زمانہ تک ان کے درمیان رہا، پھر جنات نے اسے رہا کر دیا اور وہ انسانوں میں واپس آ گیا۔ خرافہ نے جنات کے یہاں جو عجیب و غریب واقعات دیکھے تھے ان کو وہ لوگوں سے بیان کرتا تھا، اس پر لوگ یہ کہتے کہ یہ خرافہ کی کہانی ہے۔[۳۱]

قرآن کے نازل ہونے کے بعد بھی داستان گوئی کا رواج ختم نہیں ہوا، بلکہ قرآن کریم اور احادیث رسول کی شکل میں لوگوں کو گذشتہ قوموں کی داستان کا معتبر ماخذ اور ذخیرہ مل گیا۔ اسلام نے جھوٹی کہانیاں بیان کرنے کی حوصلہ شکنی کی اور داستان گوئی کو واقعیت اور حقیقت بیانی کے دائرہ میں استعمال کرنا سکھایا۔ داستانوں کو جو لہو و لعب اور وقت گذاری کا ذریعہ تھے، ان میں مقصدیت پیدا کی اور انھیں عبرت و موعظت کا ذریعہ بنایا۔ نبی ﷺ نہ تو شاعر و کاہن تھے اور نہ قصہ گو، مگر یہ ایک حقیقت ہے کہ نبی ﷺ گذشتہ قوموں کے قرآن میں نازل شدہ قصص سنانے کے علاوہ دوسرے سبق آموز قصے بھی اپنی مجلسوں میں سناتے اور اپنے اصحاب سے ایسے قصے سن کر محظوظ ہوتے۔ یہ رواج بعد میں حضرات صحابہ اور تابعین کے عہد میں بھی جاری رہا۔

اسی طرح عربوں کی عادت اور روایت کے مطابق رسول کریم ﷺ رات کے وقت اپنی ازواج مطہراتؓ کے ساتھ کبھی کبھی قصہ گوئی میں بھی حصہ لیتے۔ کبھی آپ خود کوئی عبرت آموز قصہ بیان کرتے، جیسا کہ مذکورہ حدیث میں ارشاد ہے اور کبھی ازواج

مطہرات میں سے کوئی داستان بیان کرتیں اور آپ اسے غور سے سنتے اور اس پر تبصرہ فرماتے۔ ایسی ہی داستانوں میں گیارہ عورتوں کی داستان بھی ہے جو اپنے شوہروں کے بارے میں نہایت فصیح اور ٹکسالی زبان میں اپنے احساسات اور تجربات ایک دوسرے سے بیان کرتی ہیں۔ یہ کہانی حضرت عائشہ کی زبانی سنیے۔

حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ گیارہ عورتیں ایک جگہ جمع ہوئیں اور آپس میں یہ عہد و پیمان کیا کہ کوئی عورت اپنے شوہر کے حالات اور سلوک ذرا بھی نہیں چھپائے گی، بلکہ سچ سچ بیان کرے گی۔

پہلی عورت نے کہا! کہ میرا شوہر دبلے اونٹ کا گوشت ہے جو ایسے ٹیڑھے پہاڑ کی چوٹی پر رکھا ہوا ہے کہ نہ تو وہ ہموار ہے کہ اس پر چڑھا جاسکے اور نہ گوشت اتنا موٹا ہے کہ اٹھایا جاسکے۔

دوسری عورت نے کہا! کہ میں اپنے شوہر کا ماجرا بیان نہیں کرسکتی۔ مجھے ڈر ہے کہ اگر میں اس کی حالت بیان کروں گی تو اس سے ہاتھ دھوبیٹھوں گی اگر میں بیان کروں تو ظاہری اور داخلی سارے عیب بیان کردوں گی۔

تیسری عورت بولی کہ میرا شوہر لمبوترا ہے۔ اگر اس کے بارے میں کچھ کہوں تو مجھے طلاق دے دی جائے گی اور خاموش رہوں تو معلق بن کر رہوں گی۔

چوتھی عورت کہنے لگی کہ میرا شوہر مکہ کے ویرانہ کی رات کی طرح ہے، جس میں نہ گرمی ہے اور نہ سردی، نہ کسی کا خوف اور نہ کسی سے رنج۔

پانچویں عورت بولی! میرا شوہر گھر میں آتا ہے تو چیتے کی مانند، باہر نکلتا ہے تو شیر کی مانند، جو کچھ دیتا ہے اس کے بارے میں باز پرس بھی نہیں کرتا۔

چھٹی عورت بولی! میرا شوہر سیر ہوکر کھاتا ہے، بے خود ہوکر پیتا ہے، لیٹتا ہے تو چادر لپیٹ کر سوجاتا ہے اور میرے لباس میں اپنا ہاتھ نہیں ڈالتا کہ میرے دکھ کو سمجھ سکے۔

ساتویں عورت بولی! میرا شوہر جنسی آسودگی دینے سے عاجز ہے، یا گم راہی کے اندھیرے میں ہے۔ ہر طرح کی اس میں بیماری ہے۔ اس کے غصہ کا عالم یہ ہے کہ یا تو تیرا

سر توڑے گا یا تیرے ہاتھ پاوں توڑے گا یا سر اور ہاتھ پاوں سب کچھ توڑے گا۔

آٹھویں عورت بولی! میرا شوہر چھونے میں خرگوش کی طرح نرم ہے اور سونگھنے میں زرنب کی طرح خوشبو دار ہے۔

نویں عورت بولی! میرا شوہر بلند عمارت کا مالک ہے، بڑا فیاض اور سخی ہے۔ اس کی تلوار کا قبضہ دراز ہے، اور اس کا گھر دوستوں سے قریب ہے۔

دسویں عورت بولی! میرا شوہر مالک ہے اور مالک نویں عورت کے شوہر سے بہتر ہے۔ اس کے پاس اتنے اونٹ ہیں کہ ان کے بیٹھنے کی جگہ تو بہت ہے، لیکن چرنے کی جگہ کم ہے۔ جب یہ اونٹ سرود کی آواز سنتے ہیں تو سمجھ لیتے ہیں کہ ان کے ذبح ہونے کا وقت آ گیا۔

گیارہویں عورت بولی کہ میرا شوہر ابو زرع ہے۔ ابو زرع کے بارے میں تم اتنا جانو کہ اس نے میرے کان زیور سے بھر دیے، میری بانہوں کو چربی سے بھر دیا، مجھے خوش رکھا اور میں خوش رہی۔ اس نے مجھے قبیلہ کے تھوڑی بکریوں والے گاوں میں پایا۔ پھر مجھے اونٹوں اور گھوڑوں کی آواز والے گاوں میں لے آیا۔ جہاں دنوری چلتی ہے اور غلہ اگایا جاتا ہے۔ میں اس کے پاس بات کرتی ہوں تو مجھے برا نہیں کہتا، سوتی ہوں تو صبح تک سوتی رہتی ہوں، پیتی ہوں تو سیر ہو کر پیتی ہوں۔ اور ابو زرع کی ماں۔ تمہیں کیا بتاوں کہ ابو زرع کی ماں کیسی ہے، اس کی کوٹھی کی کنڈی بڑی بڑی ہے اور اس کا مکان بڑا کشادہ ہے۔ اور ابو زرع کا بیٹا۔ تمھیں کیا بتاوں کہ ابو زرع کا بیٹا کیا ہے، اس کی خواب گاہ تلوار کی طرح صاف ہے، اس کا بدن نازک ہے، بکری کا دست اسے آسودہ کر دیتا ہے اور ابو زرع کی بیٹی کے بارے میں کیا بتاوں ، باپ کی اطاعت گذار اور ماں کی فرماں بردار، اپنے پیراہن میں بھرپور اور اتنی حسین کہ اس کی سوکن مارے حسد کے جل جائے، اور ابو زرع کی لونڈی، کیا بات ہے اس کی۔ وہ ہماری باتیں مشہور نہیں کرتی، نہ ہمارے گھر کا کھانا اٹھا لے جاتی ہے اور نہ ہمارے گھر کو کوڑے سے بھرتی ہے''۔

گیارہویں عورت اپنے کہانی آگے بڑھاتے ہوئے بولی: ''ایک دن جب کہ دودھ کی مٹکی بھری جاتی تھی، ابو زرع گھر سے نکلا۔ اس کی ملاقات ایسی عورت سے ہوئی

جس کے دو بچے تھے چیتے کی طرح، جو اس کی گود میں اس کے دونوں اناروں سے کھیلتے تھے۔ابو زرع نے پھر مجھے طلاق دے دی اور اس عورت سے شادی کر لی۔ پھر میں نے بھی ایک سورما مرد سے شادی کر لی جو گھوڑے پر سوار ہوتا، ہاتھ میں نیزہ لیتا اور چراگاہ سے میرے لیے چوپائے لے آتا، ہر قسم کے جانوروں کا ایک ایک جوڑا مجھے دیتا اور کہتا: ’’ام زرع خود بھی کھاؤ اور اپنے گھر والوں کو بھی بھیجو‘‘۔ان سب کے باوجود جو دوسرے شوہر نے مجھے عطا کیا، اگر میں اس کے سب عطیات کو جمع کروں تو پہلے شوہر ابو زرع کے چھوٹے سے چھوٹے تحفہ کے برابر نہیں ہو سکتے‘‘۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ سن کر مجھ سے فرمایا: ’’میں تمہارے حق میں ایسا ہوں جیسا کہ ابو زرع ام زرع کے لیے تھا‘‘۔[۴۴]

مذکورہ داستان میں چند فنّی خوبیاں خاص طور پر محسوس کی جا سکتی ہیں:

(۱) داستان کی زبان ٹکسالی اور فصیح و بلیغ ہے۔ اپنے مدلول اور مدّعا کی بھرپور ترجمانی کرتی ہے۔تعبیرات نہایت معنیٰ خیز استعمال کی گئی ہیں۔

(۲) واقعہ بیان کرنے میں وضاحت اور صراحت پوری طرح کارفرما ہے اور یہ عربی ادبیات کا امتیاز ہے، کسی طرح کے ابہام اور اغلاق کا احساس نہیں ہوتا۔

(۳) داستان سرائی میں نسوانی احساسات اور سماجی روایات دونوں کا امتزاج اور اظہار ہوتا ہے۔

(۴) زوجین کے باہمی تعلقات کی پیچیدگی اور جذبات کی رنگارنگی کے بیان میں سادگی اور پرکاری ہے۔

(۵) تعریف و تنقیص میں افراط و تفریط کے بجائے اعتدال سے کام لیا گیا ہے۔ استعارہ اور تمثیل کا اسلوب اپنایا گیا ہے، جو محاکات کے معیار کا نمونہ ہے۔

(۶) اس داستان میں جہاں کردار کی عظمت زیبِ سخن بنتی ہے وہی نکتہ زیبِ داستاں کے طور پر نبی پاک ﷺ اٹھا لیتے ہیں اور یہی کردار گویا داستان کو اعتبار عطا کر دیتا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے مختلف مواقع پر بہت سے قصے بیان فرمائے۔ یہ قصے فرضی اور خیالی نہ تھے، بلکہ گذشتہ عہد کی شخصیات اور قوموں کے حالات سے تعلق رکھتے تھے۔ ان قصوں میں سادگی اور سچائی کے علاوہ کردار کی مضبوطی اور ایمان کی پختگی کی دعوت بھی پنہاں ہے۔

چنانچہ بنی اسرائیل کے ایک راہب جریج کا داستان اس کی بہترین مثال ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جریج نام کا ایک شخص بڑا عبادت گزار تھا، اس نے ایک گرجا بنایا۔ اسی میں شب و روز رہتا اور عبادت کرتا۔ ایک مرتبہ اس سے ملنے کے لیے اس کی ماں آئی تو وہ عبادت میں مشغول تھا۔ ماں نے آواز دی تو اس نے ماں کو جواب نہ دیا اور مشغولِ عبادت رہا۔ ماں واپس چلی گئی۔ اگلے دن پھر آئی اور جریج کو آواز دی، مگر وہ بدستور اپنی عبادت میں مشغول رہا اور ماں کو جواب نہیں دیا۔ تب ماں نے اسے بددعا دی کہ خدایا جب تک وہ کسی بدکار کا منہ نہ دیکھے اسے موت نہ آئے۔

بنی اسرائیل میں جریج کی نیکی اور عبادت کی بڑی شہرت ہوگئی تو ایک بدکار عورت جس کے حسن کے بڑے چرچے تھے بعض لوگوں کے پاس گئی اور بولی: اگر تم چاہو تو میں اس عابد و زاہد کو پھنسا سکتی ہوں۔ پھر وہ جریج کے پاس گئی، مگر اس نے آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا، تب وہ اس چرواہے کے پاس گئی جو اس کے گرجا میں رہتا تھا اور اس کے ساتھ بدکاری کی اور حاملہ ہوگئی۔ جب اس کے بچہ پیدا ہوا تو اس نے مشہور کر دیا کہ یہ جریج کا بچہ ہے، چنانچہ لوگ جریج کے پاس گیے، اسے گرجا سے نکالا، مارا پیٹا اور گرجا کو مسمار کر دیا۔ جریج نے اپنا جرم پوچھا تو حملہ آوروں نے کہا کہ تم نے اس عورت سے زنا کیا اور وہ تمہارے بچہ کی ماں بن گئی۔ جریج نے کہا: وہ بچہ کہاں ہے؟ لوگ اس بچہ کو اٹھا لائے۔ جریج نے کہا: مجھے نماز پڑھنے کی مہلت دو، چنانچہ اس نے پہلے نماز ادا کی، پھر بچہ کے پاس آیا، اس کے پیٹ میں ٹھونکا لگایا اور پوچھا: اے بچے، تیرا باپ کون ہے؟ بچہ بول پڑا: فلاں چرواہا میرا باپ ہے، یہ سن کر لوگ جریج کے پاس آئے، (معافی مانگی) اسے بوسہ دینے لگے، برکت کے لیے اس کو چھونے لگے اور بولے: ہم تمہارا گرجا سونے کا بنائیں گے۔ جریج نے کہا:

نہیں، اسے ویسا ہی مٹی کا بنا دو جیسا کہ وہ پہلے تھا''۔۵

یہ ایک طویل داستان کا حصہ ہے جسے محدثین نے اپنی کتبِ حدیث میں تفصیل سے بیان کیا ہے۔ اس داستان میں کردار کی بلندی اور عصمت کی فتح مندی کا جو سبق ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔

اسی طرح نبی پاک ﷺ نے تین مسافروں کی داستان سنائی جو مصیبت میں گرفتار ہوئے اور اپنے حسن عمل کے وسیلہ سے رہائی حاصل کی۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تین آدمی سفر کر رہے تھے، راستہ میں بارش آ گئی، بارش سے بچنے کے لیے وہ ایک پہاڑ کے غار میں داخل ہو گئے، اتنے میں غار کے دہانے پر ایک چٹان لڑھک کر آ گئی، وہ تینوں غار میں بند ہو گئے، ان تینوں نے ایک دوسرے سے کہا کہ دیکھو، اگر تم نے کوئی بھلا کام اللہ کی خاطر کیا ہے تو اس کے وسیلہ سے اللہ سے دعا کرو، شاید اس قید سے رہائی مل جائے۔

ایک نے کہا: اے اللہ! میرے بوڑھے والدین تھے اور میرے چھوٹے بچے بھی تھے۔ میں ان کی پرورش کرتا تھا، جب وہ بھوکے ہوتے تو میں ان کے لیے دودھ دوہتا اور بچوں کو پلانے سے پہلے والدین کو پلاتا، ایک دن جنگل سے واپسی میں مجھے دیر ہو گئی، رات گئے، گھر لوٹا تو والدین سو چکے تھے، میں نے حسب عادت دودھ دوہا اور اسے لے کر ان کے سرہانے کھڑا ہو گیا، جگانا مناسب نہ سمجھا، ان کے از خود جاگنے کا انتظار کرتا رہا، ان کو پلانے سے پہلے اپنے بچوں کو دودھ نہیں پلایا، حالانکہ میرے قدموں کے پاس وہ بلکتے رہے، یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔ الٰہی! اگر یہ کام میں نے تیری رضا کے لیے کیا ہے تو آج اس چٹان کو ہٹا دے تاکہ ہم فضا دیکھ سکیں۔ اللہ تعالیٰ نے پتھر تھوڑا کھسکا دیا اور فضا نظر آنے لگی۔

دوسرے نے کہا: اے اللہ! میری ایک چچازاد بہن تھی جس سے مجھے عشق تھا، میں نے اسے برائی کے لیے بہکایا، وہ مسلسل انکار کرتی رہی، یہاں تک کہ سو دینار پر رضامند ہو گئی۔ میں نے جتن کر کے سو دینار جمع کیے اور اس کے پاس گیا۔ جب میں نے اسے لٹالیا

اوراس کی ٹانگوں کے درمیان بیٹھ گیا تو کہنے لگی: اللہ کے بندے! اللہ سے ڈرواور مہر نہ توڑو، میں اسے چھوڑ کرا لگ ہو گیا، الٰہی! تو جانتا ہے اگر میں نے یہ کام تیری خوشنودی کے لیے کیا ہے تو آج اس پتھر کو ہٹا دے، اللہ نے چٹان تھوڑی اور کھسکا دی۔

تیسرے نے کہا، اے اللہ! میرا ایک مزدور تھا، جب اس نے کام پورا کرلیا تو میں نے اس کو مزدوری دی، مگر اسے چھوڑ کر وہ چلا گیا، میں نے اس کی مزدوری کو کاروبار میں لگا دیا، یہاں تک کہ اس سے بہت سے جانور حاصل ہوئے، ایک دن وہ میرے پاس آیا اور بولا: اللہ سے ڈر اور میری اجرت دے، میں نے کہا: ان گایوں اوران کے چرواہوں کو اپنے ساتھ لے جا، اس نے کہا: خدا سے ڈر اور مذاق نہ کر، میں نے کہا: یہ مذاق نہیں، سچ مچ یہ سب تیرے ہیں، تو ان کو اپنے ساتھ لے جا۔ اے اللہ! تو جانتا ہے، اگر میں نے یہ سب کچھ تیری رضا کے لیے کیا ہے تو باقی چٹان ہٹا دے۔ اللہ تعالیٰ نے پوری چٹان کھسکا دی۔[۶]

یہ داستان منظر نگاری کی عمدہ مثال ہے۔ اسی کے ساتھ اس میں والدین کی خدمت، کردار کی حفاظت اور حق دار کے حق کی ادائیگی کا موثر اور معنی خیز سبق ہے۔ اس سے بھی زیادہ دل چسپ اور عبرت آموز کہانی بنی اسرائیل کے تین آدمیوں کی ہے، جس کی روایت حضرت ابو ہریرہؓ نے کی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

”بنی اسرائیل میں تین آدمی تھے، ان میں سے ایک کوڑھی، دوسرا گنجا اور تیسرا اندھا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو آزمانے کے لیے ایک فرشتہ بھیجا، فرشتہ کوڑھی کے پاس آیا اور پوچھا: تمھیں کون سی چیز سب سے زیادہ پسند ہے۔ اس نے کہا: اچھا رنگ اور اچھا جسم اور وہ بیماری مجھ سے دور ہو جائے جس کی وجہ سے لوگ مجھ سے گھن کھاتے ہیں۔ فرشتہ نے اپنا ہاتھ پھیرا اور اس کا کوڑھ دور ہو گیا اور وہ خوش رنگ ہو گیا۔ پھر فرشتہ نے پوچھا: کون سا مال تمہیں پسند ہے۔ اس نے کہا: اونٹ۔ تو فرشتہ نے اسے ایک حاملہ اونٹنی عطا کر دی اور برکت کی دعا دی۔

فرشتہ اس کے بعد گنجے کے پاس آیا اور پوچھا: تمھیں کیا پسند ہے؟ وہ بولا: مجھے اچھے بال پسند ہیں اور یہ بیماری دور ہو جائے جس کی وجہ سے لوگ مجھ سے نفرت کرتے

ہیں۔فرشتہ نے اپنا ہاتھ پھیرا تو اس کا گنجا پن دور ہو گیا اور خوب صورت بال نکل آئے، پھر فرشتہ نے پوچھا: تمھیں کون سا مال پسند ہے۔اس نے کہا: گائے۔فرشتہ نے اسے گابھن گائے عطا کر دی اور برکت کی دعا دی۔

فرشتہ آخر میں اندھے کے پاس آیا اور پوچھا: تم کیا چاہتے ہو؟ اس نے کہا: اللہ میری بینائی لوٹا دے، تا کہ میں لوگوں کو دیکھ سکوں۔فرشتہ نے اپنا ہاتھ پھیرا اور اس کی بینائی لوٹ آئی۔پھر فرشتہ نے پوچھا: تمھیں کون سا مال پسند ہے؟ اس نے جواب دیا: بکریاں۔ فرشتہ نے اسے بچہ دینے والی بکری عطا کر دی۔اونٹ، گائے اور بکری کے بچے اس قدر ہوئے کہ ایک ایک وادی تینوں سے بھر گئی۔

پھر فرشتہ انسان کی شکل میں کوڑھی کے پاس آیا اور بولا: میں غریب آدمی ہوں، سفر میں میرا زادراہ ختم ہو گیا ہے۔اب اللہ کے علاوہ اور اس کے بعد تمہارے سوا کوئی چارہ کار نہیں۔اس خدا کا واسطہ جس نے تمھیں خوش رنگ اور خوش جسم بنا دیا اور اونٹوں سے نوازا، ایک اونٹ دے دو، تا کہ میں اپنی منزل پر پہونچ جاؤں۔کوڑھی نے یہ کہہ کر منع کر دیا کہ میری بہت سی ذمہ داریاں ہیں۔فرشتہ نے کہا: میں تمھیں پہچانتا ہوں، تم وہی نادار کوڑھی ہو جس سے لوگ گھن کھاتے تھے، اب اللہ نے تم کو نواز دیا ہے، کوڑھی بولا: مجھے تو یہ مال پشتہا پشت سے وراثت میں ملا ہے۔فرشتہ نے کہا: اگر تم جھوٹ بول رہے ہو تو اللہ تم کو پہلے جیسا کر دے گا۔

فرشتہ پھر گنجے کے پاس آیا اور وہی کچھ کہا جو کوڑھی سے کہا تھا۔گنجے نے بھی وہی جواب دیا جو کوڑھی نے دیا تھا۔فرشتہ یہ کہہ کر آگے بڑھ گیا: اگر تم جھوٹے ہو تو اللہ تم کو وا یسا ہی کر دے گا جیسا تم پہلے تھے۔

آخر میں فرشتہ اندھے کے پاس آیا اور بولا: میں ایک مسکین مسافر ہوں، سفر میں میرا سامان جاتا رہا، اب اللہ کے سوا اور اس کے بعد تمھارے سوا کوئی چارہ ساز نہیں، جس خدا نے تیری بینائی لوٹا دی اس کا واسطہ دے کر ایک بکری مانگتا ہوں، تا کہ سفر جاری رکھ سکوں۔اندھے نے کہا: بے شک، میں اندھا تھا، اللہ نے میری بینائی لوٹا دی۔تم جو بکری

چاہو لے لو اور جو چاہو چھوڑ دو۔ تب فرشتہ نے کہا: تمھارا مال تمھیں مبارک ہو، تم لوگ آزمائے گئے، اللہ تم سے راضی اور تمھارے دونوں ساتھیوں سے ناراض ہوا۔ [۷]

اس طرح کی اخلاق آموز داستانوں کا بڑا سرمایہ ذخیرۂ حدیث میں موجود ہے۔ محدثین اور سیرت نگاروں نے ان کو اپنی کتب میں جمع کر دیا ہے۔ ان داستانوں میں عبرت آموزی اور واقعات کی سچی منظرکشی کے ساتھ دینی فکر و عمل کے بہت سے پہلو قابل استفادہ ہیں۔ اسی لیے ان داستانوں کو محض داستان اور قصہ کی حیثیت سے نہیں، بلکہ نصیحت اور موعظت کے پاکیزہ مصادر کی حیثیت سے دیکھا گیا ہے اور یہ روحانیت اور عرفان کا ماخذ بن گئے ہیں۔ ان کے استناد اور اعتبار کے لیے یہی بات کافی ہے کہ لسان نبوت نے ان کو بیان کیا ہے، اسی وجہ سے وہ حدیث کا حصہ بن گئے ہیں۔ ان کے بیان کرنے اور سننے میں لذت ہی نہیں، ثواب بھی ہے، کیونکہ ان کو مذہبی سند اور اخلاقی عظمت حاصل ہے۔

حواشی و مراجع

۱۔ فی ظلال القرآن، دارالشروق، جلد۲، ص ۱۰۶۶

۲۔ اردو دائرۃ المعارف الاسلامیہ، ۲۰۸، قصہ

۳۔ شمائل ترمذی، باب ما جاء فی کلام رسول اللہ ﷺ فی السمر

۴۔ ترمذی، حوالہ سابق

۵۔ صحیح مسلم، کتاب البر، باب تقدیم برّ الوالدین علی التطوّع بالصلاۃ وغیرہا، ۲۵۵۰۔ امام بخاری نے بھی اسے مختلف مقامات پر روایت کیا ہے۔ ملاحظہ کیجیے احادیث نمبر: ۱۲۰۶، ۲۴۸۲، ۳۴۳۶

۶۔ صحیح بخاری، کتاب الادب، باب اجابۃ دعا من برّ والدیہ، ۵۹۷۴، مزید ملاحظہ کیجیے: ۲۲۱۵، ۲۲۷۲، ۲۳۳۳، ۳۴۶۵، صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب قصۃ اصحاب الغار الثلاثۃ والتوسل بصالح الاعمال، ۲۷۴۳

۷۔ صحیح بخاری، کتاب الانبیاء، باب حدیث ابرص واعمیٰ و اقرع فی بنی اسرائیل، ۳۴۶۴۔ صحیح مسلم، کتاب الزہد والرقائق، حدیث نمبر: ۲۹۶۴